www.facebook.com/Dr.Muhammad.Hamidullah

عہدِ نبویؐ کی ایک اہم دستاویز

فہرست

نوٹ

کتاب کی افادیت بڑھانے کے لیے اختتامی صفحات میں دنیا کے سب سے پہلے تحریری دستور (میثاقِ مدینہ) کا اصل عربی متن بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ یہ متن سیرت ابن ہشام سے اخذ کیا گیا ہے اور امید ہے کہ اس سے قارئین کے لیے اس کتاب کی اہمیت دو چند ہو جائے گی۔

متمدن اقوام ہی نہیں، وحشی باشندوں میں بھی حکمرانی اور عدل گستری کے لیے معینہ قاعدے ہوتے ہیں اور خود رائے سے خود رائے سردار بھی اپنے آپ کو پابند پاتا ہے۔[1] عموماً جب کبھی ایسے قواعد تحریری صورت میں مرتب ہوئے تو انہیں کتاب کا نام دیا گیا۔ (Scripture) اور (Bible) کے معنی بھی کتاب کے ہیں۔ چنگیز خان کے "یاسہ"[2] کے معنی بھی کتاب کے ہیں۔ چنانچہ جدید ترکی میں بھی یازمک کا مصدر لکھنے کے معنوں میں ہی برتا جاتا ہے، اور "کتاب اللہ" مسلمانوں کے قرآن کا نام ہے۔

غرض عام قواعد و قوانین ملک کم و بیش تحریری صورت میں ہر جگہ ملتے ہیں۔ لیکن دستورِ مملکت کو عام قوانین سے علیحدہ تحریری صورت میں لانا اس کی نظیر باوجود بڑی تلاش کے مجھے عہدِ نبوی ﷺ سے پہلے نہیں مل سکی۔ بلا شبہ منو سمرتی (500 ق م) میں راجہ کے فرائض کا بھی ذکر ہے اور کوٹلیا کی ارتھ شاستر (300 ق م) اور اس کے ہمعصر ارسطو کی کتابوں میں سیاسیات پر مستقل تالیفیں بھی ملتی ہیں۔ ارسطو نے تو اپنی ہمعصر شہری مملکتوں میں سے بشمول ہندوستان[3] (۱۵۸)[4] کے دستور بھی لکھے تھے جن میں صرف شہر ایتھنز کا دستور ابھی پچاس سال قبل مصر میں بردی کاغذ (یا

---

1 Grammar of Plitics by H.J. Laski میں بھی یہی نتیجہ استقراء نکلا ہے۔

2 سالک ابن فضل اللہ العمری، مخطوطہ پاریس۔ مقریزی وغیرہ نے بھی یاسہ کے احکام کا اقتباس محفوظ کیا ہے جسے اب روسی مولف دوبارہ زندہ کر رہے ہیں۔

3 Aristotle on the Athenion Constitution by Kenyon P. XV

4 Encyclopedia of Social Scinences P. XIII

پیروس) پر محفوظ مل چکا ہے، اور انگریزی اور دیگر زبانوں میں ترجمہ بھی ہوچکا ہے لیکن سب یا تو درسی اور مشاورتی کتابوں کی حیثیت رکھتی ہیں یا کسی مقام کے دستور کا تاریخی تذکرہ ہے۔کسی مقتدرِ اعلیٰ کی طرف سے نافذ کردہ مستند دستورِ مملکت کی حیثیت ان میں سے کسی کو حاصل نہیں۔

1ھ میں مدینہ منورہ میں ہجرت کر آنے کے پہلے ہی سال رسولِ کریم ﷺ نے ایک نوشتہ مرتب فرمایا جس میں حکمران کے حقوق اور فرائض اور دیگر فوری ضروریات کا تفصیلی ذکر ہے۔خوش قسمتی سے یہ دستاویز پوری کی پوری بلفظہ ابن اسحاق اور ابو عبیدہ نے اپنی کتابوں میں محفوظ کی ہے اور آج اسی کا کچھ بیان مقصود ہے۔

اس دستاویز میں ترپن (۵۳) جملے یا قانونی الفاظ میں "دفعات" ہیں اور اس زمانے کی قانونی عبارت اور دستاویز نویسی کا وہ ایک انمول نمونہ ہیں۔اس کی اہمیت اسلامی مؤرخوں سے کہیں زیادہ یورپی عیسائیوں نے محسوس کی۔ولہاوزن، میولر، گریمے، اشپرنگر، ونیستک، کائتانی، بول[5] وغیرہ کے علاوہ ایک انگریز مورخ نے مختصر تاریخِ عالم لکھتے ہوئے بھی اس دستاویز کا تفصیلی ذکر کرنا ضروری خیال کیا ہے۔یہاں ان جرمن، ولندیزی، اطالوی، انگریزی اور دیگر مؤلفوں کے بیانات کا ذکر غیر ضروری ہے۔میں صرف اپنے ناچیز خیالات اس کے متعلق عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں، اس کی اہمیت کی طرف اہلِ ملک کی توجہ منعطف کراتا ہوں۔اس دستاویز کی تفصیلی شرح اور مغربی مؤلفوں کے بیانات کی تنقید کے لیے بڑا وقت چاہیئے جو اس لیکچر[6] میں ممکن نہیں۔

---

[5] حوالے مضمون کے آخر میں دیے گئے ہیں۔

[6] موتمر دائرۃ المعارف، العثمانیہ۔حیدرآباد

لیکن قبل اس کے کہ اس دستاویز کے مندرجات پر کچھ عرض کیا جائے اس کا تاریخی پس منظر اور ان حالات کا ذکر ضروری ہے جن میں وہ مرتب اور نافذ ہوئی۔

رسولِ کریم ﷺ نے جب مکہ معظمہ میں اپنے تبلیغی اور اصلاحی کام کا آغاز کیا، اور صدیوں، نسلوں کے معتقدات و رواجات کی تبدیلی چاہی تو اہلِ ملک نے ابتداً حیرت اور پھر نفرت اور آخر کار مخالفت و معاندت کا برتاؤ کیا۔ یہ مشن پہلے ہی دن سے عالمگیر تھے اور معلوم دنیا، خاص کر ایران و روم(بازنطین) تک اس کی فوری اور بآسانی وسعت کے امکانات نظر آتے تھے اور آنحضرت ﷺ اپنی تبلیغ میں ظاہر بین دنیا داروں کو ان ممالک کی فتح کی بشارت دیتے تھے۔[7] لیکن ایک مفلس اور کمزور قبیلے کے جونئیر فرد کی حیثیت میں آپؐ کی سرداری کا مانا جانا مشکل تھا۔ آنحضرت ﷺ کی رشتہ داری طائف[8] اور مدینے[9] کے قبائل سے بھی تھی، اسی توقع میں پہلے طائف کے قریب تر علاقے کو تشریف لے گئے، مگر وہاں وطن سے بھی بڑھ کر مشکلیں پیش آئیں۔ آخر حج کے زمانے میں کئی سال تگ و دو کرنے کے بعد چند مدینے والے ہی آپ ﷺ کے گرویدہ بنے، اور مدینے آنے پر آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے مکی ساتھیوں کو پناہ اور مدد دینے کا بھی وعدہ کیا۔

مکے کی مقامی حالت ناقابلِ برداشت ہوچکی تھی۔ عام مخالفت سے بڑھ کر جسمانی اذیت سے بہتوں کو جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ اس لیے مسلمانانِ مکہ ہجرت کرکے مدینہ جانے لگے۔ مکے والے ڈرے کہ

---

7 ابن ہشام صفحہ 278، نیز طبقات ابن سعد احوال قبل الہجرۃ

8 معارف ابن قتیبہ صفحہ 43، کتاب المنتقی من دلائل النبوۃ الابی نعیم (مخطوطہ) الفصل العشرون

9 ابن ہشام صفحہ 107، 336، 346، طبقات ابن سعد جلد1/1 صفحہ 34، 45، 46، معارف ابن قتیبہ "احوال عمومتہ"، تاریخ طبری جلد2 صفحہ 177 تا 179 وغیرہ

کہیں یہ لوگ باہر جا کر انتقام کی تیاریاں نہ کریں، اس لیے خود حضرت محمد ﷺ کے مکان کا محاصرہ اور شب خون کی تجویز پختہ کی گئی، مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ آنحضرت ﷺ بخیر و عافیت مکے سے نکل کر مدینے پہنچ گئے۔ جھنجلاہٹ میں مکے والوں نے آپ ﷺ کی[10] اور دوسرے مہاجروں[11] کی املاک و جائیداد پر غاصبانہ تسلط جمالیا۔ مدینے کے مسلمانوں اور مکے کے مہاجروں کی مجموعی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ تھی، اگرچہ مدینے کی آبادی کا اس وقت اندازہ چار پانچ ہزار کیا جاتا ہے جن میں آدھے کے قریب یہودی تھی۔ مکہ اس وقت ایک منظم شہری مملکت کی صورت میں تھا، وہاں فوج، محاصل، عبادت، تعلقاتِ خارجہ، عدل گستری وغیرہ کے کوئی پچیس سرکاری عہدے تھے، جس کا تفصیلی ذکر میں نے حال ہی میں ٹرونڈرم کے موتمر مستشرقین میں پڑھے ہوئے مقالے[12] میں کیا ہے۔

اس کے برخلاف مدینے میں ابھی نراج کی کیفیت تھی اور قبائلی دور دورہ تھا۔ عرب اوس اور خزرج کے بارہ قبائل میں بٹے ہوئے تھے تو یہودی بنو النضیر و بنو قریظہ وغیرہ کے دس قبائل میں۔ ان میں باہم نسلوں سے لڑائی جھگڑے چلے آرہے تھے اور کچھ عرب، کچھ یہودیوں کے ساتھ حلیف ہو کر باقی عربوں اور ان کے حلیف یہودیوں کے حریف بنے ہوئے تھے۔ ان مسلسل جنگوں سے اب دونوں بھی تنگ آچلے تھے۔[13] اور گو وہاں کے کچھ لوگ غیر قبائل خاص کر قریش کی جنگی امداد کی تلاش میں تھے۔[14] لیکن شہر

---

10 بخاری، کتاب 64 باب 84 حدیث 3، یہ مکان بی بی خدیجہؓ سے آنحضرت ﷺ کو وراثت میں ملا تھا، مبسوط سرخسی 10/53

11 ابن ہشام صفحہ 339 ج ص 321 تا322، نیز بنی جحش کی جائیداد پر ابو سفیان کے قبضے اور فروخت کے لیے محمد بن حبیب کی المنمق (مخطوطہ) صفحہ 185

12 مطبوعہ رسالہ اسلامک کلچر جولائی 1938ء، مضمون: گزشتہ شہری مملکتِ مکہ

13 ابن ہشام صفحہ 287، طبقات ابن سعد 1/1 صفحہ 47، مسند ابن حنبل جلد 5 صفحہ 427، بخاری کتاب 63 باب 1، 27، 46

14 ابن ہشام صفحہ 285، 290

میں امن پسند طبقات کو غلبہ حاصل ہورہا تھا اور ایک کافی بڑی جماعت اس بات کی تیاری کر رہی تھی کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کو بادشاہ بنا دیں حتیٰ کہ بخاری[15] و ابن ہشام وغیرہ[16] کے مطابق اس کے تاجِ شہر یاری کی تیاری بھی کاریگروں کے سپرد ہوچکی تھی۔بے شبہ آنحضرتﷺ نے بیعتِ عقبہ میں بارہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے نقیب مقرر کرکے مرکزیت پیدا کرنے کی کوشش فرمائی تھی، مگر اس سے قطع نظر وہاں ہر قبیلے کا الگ راج تھا، اور وہ اپنے اپنے سقیفے یا سائبان میں اپنے امور طے کیا کرتا تھا،کوئی مرکزی شہری نظام نہ تھا۔تربیت یافتہ مبلغوں کی کوششوں سے تین سال کے اندر شہر میں معتدبہ لوگ مسلمان ہوچکے تھے، مگر مذہب ابھی تک خانگی ادارہ تھا۔اس کی سیاسی حیثیت وہاں کچھ نہ تھی، اور ایک ہی گھر میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے تھے۔ان حالات میں آنحضرتﷺ مدینہ آتے ہیں، جہاں اس وقت متعدد فوری ضرورتیں تھیں:

1) اپنے اور مقامی باشندوں کے حقوق و فرائض کا تعین۔
2) مہاجرینِ مکہ کے توطن اور بسر برد کا انتظام۔
3) شہر کے غیر مسلم عربوں اور خاص کر یہودیوں سے سمجھوتہ۔
4) شہر کی سیاسی تنظیم اور فوجی مدافعت کا اہتمام۔
5) قریش مکہ سے مہاجرین کو پہنچے ہوئے جانی و مالی نقصانات کا بدلہ۔

---

[15] بخاری، کتاب 79 باب 20

[16] سیرت ابن ہشام صفحہ 727، تاریخ طبری طبع یورپ صفحہ 1511 و مابعد، نیز قرآن مجید سورہ نمبر63 آیت نمبر8 کی تفسیر

انہی اغراض کے مد نظر آنحضرت ﷺ نے ہجرت کر کے مدینہ آنے کے چند مہینے ہی[17] ایک دستاویز مرتب فرمائی جسے اسی دستاویز میں کتاب اور صحیفے کے نام سے یاد کیا گیا ہے، اور جسے بظاہر اشخاصِ متعلقہ سے گفت و شنید کے بعد ہی لکھا گیا ہے۔ یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عام قانونِ ملک کتاب اللہ یا قرآن کی صورت میں جیسے جیسے نافذ یا نازل ہوتا، تحریری صورت میں مرتب کر دیا جاتا تھا اور منکسر المزاج احتیاط پسند پیغمبر اسلام ﷺ نے اس زمانے میں اپنے ذاتی اقوال و ہدایات کو لکھنے کی عام طور سے ممانعت فرمادی تھی۔ اس کے باوجود زیرِ بحث دستاویز کا لکھا جانا معنی خیز ہے جسے کتاب اور صحیفے کے اہم ناموں سے یاد کیا گیا ہے، جس کے معنی دستور العمل اور فرائض نامے کے ہیں۔ اصل میں یہ شہر مدینہ کو پہلی دفعہ "شہری مملکت" قرار دینا اور اس کے انتظام کا دستور مرتب کرنا تھا۔

ہابس، روسو وغیرہ "معاہدہ عمرانی" کے نظریے کے تحت مملکت کا آغاز حاکم و محکوم کے عمرانی معاہدے سے قرار دیتے ہیں۔ اس کی ایک بین اور واقعی مثال ہم کو بیعتِ عقبہ میں ملتی ہے۔ جس میں مدینے والوں نے آنحضرت ﷺ کو اپنا سردار مانا، اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی اور آپؐ کے احکام کی تعمیل کا اقرار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ زیرِ بحث دستاویز ایک معاہدے کی شکل نہیں رکھتی بلکہ ایک فرض اور ایک حکم کی صورت میں نافذ کی جاتی ہے۔ چنانچہ سب لوگ جانتے ہیں کہ کتاب کے معنی فرض اور حکم کے بھی ہیں:

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ﴿النساء : ۰﴾

إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ[18] ﴿المطففين: ﴾

---

17 ابن سعد جلد2/1 صفحہ 19۔ کتاب الاموال لابی عبید 518

18 ابرار کے نامہ اعمال کا جنت میں جانا بے معنی بات ہوگی۔ میں اس کے معنی یہ لیتا ہوں کہ ابرار کے طے شدہ حکم یہ ہے کہ وہ علیین میں رہیں گے۔

کتب علیھم القتال وغیرہ میں لفظ "کتاب" اسی معنی میں برتا گیا ہے۔ جرمن لفظ (Vorschrift) انگریزی لفظ (Prescription) فرانسیسی لفظ (Prescipend) اور ہسپانوی(Prescipcisn) (بمعنی فرض و حکم) کا مادہ بھی "کتاب" ہی کے معنی رکھتا ہے۔

عرب میں عام طور پر اور مدینے میں خاص طور پر جو مرکز گریزی تھی اس کا علاج تنظیم پسند اور وحدت خواہ نبی ﷺ نے یہ تجویز کیا کہ " ایک حکمران ایک قانون"۔ابھی تک زکوٰۃ اور حج کے مرکز کش احکام نہیں آئے تھے جن سے مرکزی حکومت کو ٹیکس لگانے اور وصول کرنے کا حق مل کل کر ملک میں بزور ایک نقطے پر لوگوں کو لانے کا اور ہر ہر حصے کے لوگوں کو ایک ہی قبلے کی زیارت کا بعد میں موقع ملا، پھر بھی ایمان و اعمال کے سلسلے میں ایک خدا کو ماننے، ایک ہی نبیؐ کے احکام کی اطاعت کرنے اور مل کر ایک ہی سمت نماز پڑھنے کے ادارے وجود میں آچکے تھے۔اب اس دستور نے اس میں ایک نہایت اہم اور عرب کے لیے انقلابی اصلاح و ترقی یہ دی کہ لوگ اپنے حقوق اپنی یا زیادہ سے زیادہ اپنے خاندان کی مدد حاصل کرنے کی جگہ انصاف رسانی کو ایک مرکزی اور پبلک ادارہ بنا دیں۔یہ عہد آفریں کارنامہ اسی دستاویز میں ریکارڈ میں لایا گیا ہے۔جس نے قبائلیت کی افراتفری کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا اور ایک وسیع تر ادارے یعنی مملکت کی بنیاد ڈالی۔اس دستاویز میں آنحضرت ﷺ نے عدالتی، تشریعی ، فوجی اور تنقیدی اعلیٰ ترین اختیارات اپنے لیے محفوظ فرما لیے۔مگر ایک نہایت اہم اور قابلِ ذکر فرق اس اقتدار اور دیگر ممالک کے مستبدانہ شاہی اقتدار میں یہ تھا کہ یہاں مادیت کو دخل نہ تھا۔آنحضرت ﷺ نے سیاست میں اخلاقی عناصر داخل کیے، اصل سرچشمہ اقتدار خدا کو قرار دیا اور اپنے کو اس کا رسول اور نائب اور ساتھ ہی امت کے لیے لائے ہوئے احکام اپنے اوپر بھی مساوی طور پر واجب التعمیل قرار دیے۔اور عہدِ نبویؐ میں ذاتِ

اقدسؐ کے خلاف دیوانی اور ٹارٹ(ضمان) کے جو مقدمات ہوئے[19] ان نظائر کی موجودگی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے King can do no wrong (بادشاہ کسی غلط فعل کا مرتکب ہو ہی نہیں سکتا) کو مسترد کر دیا۔اور جب ملک کا قوی ترین شخص قانون کی خلاف ورزی پر عدالتی دارو گیر سے محفوظ نہ رہ سکے تو دیگر عہدہ دار اور عام لوگ بھی تعمیل زیادہ توجہ کے ساتھ کریں گے۔اس دستاویز کے دو نمایاں حصے ہیں:

حصہ اول میں(25) فقرے ہیں جن کو ولہاوزن نے (23) قراردیا تھا اور جملہ یورپی مؤلفوں نے ولہاوزن ہی کے نمبرات برقرار رکھے ہیں، میں نے بھی مجبوراً(23) ہی نمبر دیے، البتہ ضمن الف و ب کرکے دو دفعات کو دو حصوں میں بانٹ دیا اور اس طرح ان کے (25) دفعات قرار دیے تاکہ یورپی مواد سے استفادے میں کسی کو الجھن پیدا نہ ہو۔

حصہ دوم 24 تا 47 فقروں پر مشتمل ہے لیکن ضمنی تقسیم متعدد فقرات میں کرنی پڑی۔میرے حساب سے یہ حصہ(28) فقرات پر مشتمل ہے اور جملہ دستاویز میں (53) فقرات یا دفعات ہیں۔

پہلے (23) دفعات مہاجرین و انصار کے متعلق قواعد پر مشتمل ہیں اور بقیہ حصہ مدینے کے یہودی قبائل کے حقوق وفرائض سے بحث کرتا ہے۔ان دونوں میں ایک جملہ دہرایا گیا ہے کہ آخری عدالتِ مرافعہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہوگی۔مسلمان مہاجرین و انصارؓ کی حد تک تو کوئی دشواری نہیں لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہجرت کے چند مہینوں بعد ہی ایک نووارد اجنبی کو اتنا بڑا اقتدار غیر مسلم طبقات نے دے دینا کس طرح منظور کیا؟ مدنی عربوں کی حد تک یہ جواب ایک حد تک تشفی بخش سمجھا جا سکتا ہے کہ

---

[19] ابن ہشام صفحہ ۴۴۴، نیز تاریخ ابن الاثیر ذکر احوال مرض موت آنحضرت ﷺ و سیرت شامی، بر موقع، جہاں چھ آٹھ مقدموں کا ذکر ہے۔

چونکہ وہاں اب تک قبائلی نظام تھا اور قبائلی سرداروں نے اسلام قبول کر لیا تھا اس لیے بزرگانِ خاندان کا مذہب قبول نہ کرتے ہوئے بھی ان کے خُرد تر رشتہ دار انہی کی سی کرنے پر مجبور تھے۔ عربی سماج کے باعث وہ خاندان اور قبیلے سے الگ نہ ہو سکتے تھے اور بیرونِ ملک بھی وہ اپنے باقی رشتہ داروں کی مدد کے بغیر جان و مال کا کوئی امن نہیں پا سکتے تھے۔ دستاویز میں صراحت سے یہ بتایا گیا ہے کہ جملہ مدنی قبائل اور مہاجرینِ مکہ وغیرہ کی مرکزائی ہوئی زبردست قوت سے انصار کے مشرک رشتہ داروں کو متمتع ہونے ہونے کا صرف اس شرط سے موقع دیا جاتا ہے کہ وہ سیاسی حیثیت سے مرکزی حکومت کی پالیسی میں رکاوٹیں نہ ڈالیں۔ چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ عربی قبائل جو مشرک یا یہودی المذہب لوگ ہیں وہ مسلمانوں کے تابع اور جنگ میں معاون ہوں اور وہ قریشِ مکہ کی جان و مال کو نہ تو خود کوئی امان دیں اور نہ اس بات میں آڑے آئیں کہ مسلمان کسی قریشی کی جان و مال پر حملہ کریں۔ دوسرے الفاظ میں ان کو قریشیوں سے حلیفی توڑنے، تعلقات منقطع کرنے اور مسلمان اور قریشیوں کے تعلقات میں غیر جانبدار رہنے کی شرط پر حقوقِ شہریت عطا کیے گئے اور انہیں اس کو منظور کرنا پڑا۔ ہمیں ایسے بھی بیانات عرب مؤلفوں کے ہاں ملتے ہیں کہ مدینے کے عرب برادر کشی اور باہمی لڑائیوں سے اکتا گئے تھے اور تنگ آکر اس پر آمادہ ہوچکے تھے کہ کسی اجنبی غیر جانبدار کو حکمران بنا کر آئندہ امن کی زندگی بسر کریں، یہ عربی غیر مسلموں کا ذکر تھا۔

یہودیوں کا بھی اسی ابتدائی زمانے میں آنحضرت ﷺ کے سیاسی اقتدار کو مان لینا قرین قیاس نہیں۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ دستور کا حصہ دوم، یعنی یہودیوں کا دستور العمل، جنگ بدر کے بعد کا واقعہ ہے جبکہ ایک زبردست فتح سے مسلمانوں کی دھاک ہر طرف بیٹھ گئی تھی۔ اہلِ مدینہ نے اپنے سابقہ معاہدات حلیفی جو یہودیوں کے ساتھ تھے منسوخ کر لیے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے آس پاس ینبوع تک کے قبائل مثلاً ضمرہ، جہینہ وغیرہ سے حلیفیاں کرکے مسلمانوں کی قوت کو بے حد مضبوط اور مستحکم بنا دیا تھا۔

یہودیوں کے دو بڑے گروہ آپس میں حریف و رقیب تھے۔ان کا مل کر رہنا اور الگ مستقل رہ کر نچنت اور محفوظ رہنا ممکن نہ تھا، اور وہ ہر طرف سے بچھڑ کر بے یار و مددگار اور ہر قوی کا شکار بنے ہوئے تھے۔ان حالات نے انہیں مجبور کیا کہ اپنی مذہبی آزادی اور اندرونی خودمختاری برقرار رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ سے ماتحتانہ تعاون کریں اور جیسا کہ عرض کیا گیا میرے خیال میں یہ جنگِ بدر کے بعد کا واقعہ ہوسکتا ہے۔ اس سے پہلے کا ہونا قرین قیاس نہیں۔اگرچہ پوری دستاویز ایک ہی کل کی حیثیت رکھتی ہے۔اس کی عبارت و انداز اسلوب سے بھی ایک ہی مرتب کنندہ کا ہونا پایا جاتا ہےاور مسلمان مؤرخ عام طور سے یہ بیان کرتے ہیں یہ دستاویز 1 ہجری کی ابتدا میں مرتب ہوئی لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے کہ 1 ہجری میں دستاویز کا حصہ اول مرتب ہوا ہو اور بقیہ حصہ 2 ہجری میں جنگ بدر کے مرتب کرکے حصہ اول کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہو۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ لسان العرب[20] میں اس دستاویز کا جہاں کہیں ذکر آیا ہے وہاں اس کو دو نام دیے گئے ہیں۔ایک جملے میں اسے "**فی کتابہ للمهاجرین و الانصار**" کہہ کر اسے "دستور العمل مہاجرین و انصار" سے یاد کیا گیا ہے اور اسی سے ذرا نیچے حصہ دوم کے سلسلے میں "**ووقع فی کتاب رسول اللہ ﷺ لیهود**" "دستور العمل یہودیان" کی اصطلاح برتی گئی ہے۔ایک اور راست شہادت اس سے ملتی ہے کہ امام ابو داؤد نے اپنی سنن[21] میں یہودیوں کے اس دستور العمل کو جنگِ بدر کے بعد کا قرار دیا ہے۔

جیسا کہ عرض ہوا، اس دستور کے دو نمایاں اور ممتاز حصے ہیں، ایک اسلامی و عربی قبائل سے متعلق ہے اور دوسرا یہودیوں سے۔ہر ایک کی مختصر تحلیل یہاں بے محل نہ ہوگی۔

---

20 تحت کلمہ "ربع"

21 سنن ابی داؤد کتاب نمبر 19، باب نمبر 21

سب سے پہلے فقرے میں ایک اسلامی سیاسی وحدت کے قیام کا اعلان کیا گیا ہے جس میں مہاجرینِ مکہ، انصارِ مدینہ اور وہ لوگ جو ان سب کے تابع و لاحق رہ کر اس کے ہمراہ جنگ میں حصہ لینے پر آمادہ ہوں اور یہ سیاسی وحدت "محمد یعنی رسول اللہ ﷺ" کے احکام کی اطاعت کرے گی۔ف ا

اور اس اسلامی حصے کے سب سے آخری فقرے میں بھی مکرر اسی چیز کو دہرایا گیا ہے کہ منبع اقتدار تو ذاتِ خداوندی ہے لیکن لوگ خدا کے بھیجے ہوئے حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کریں گے اور اپنے جملہ اختلافوں و جھگڑوں میں ان سے ہی رجوع ہوں گے اور ان کے فیصلے کو آخری مانیں گے۔ف ۲۳

یہ سیاسی وحدت باوجود اندرونی بو قلمونی کے امتِ واحدہ سمجھی جائے گی اور تمام دنیا کے مقابل ایک ممتاز اور مستقل حیثیت رکھے گی۔اور جملہ مسلم طبقات کو یکساں حقوق و واجبات حاصل ہوں گے۔ ف ۲۰

اور باوجود کمئ تعداد و کمزوری و خطرات کے، ان میں خودداری اور راہ راست پر ہونے کے جذبات پیدا کیے گئے۔ف ۲۰،ف ۱۳

جنگ و صلح کو مرکزی مسئلہ قرار دیا گیا، اور یہ نہیں ہوسکے گا کہ چند صلح یا جنگ کریں اور باقی نہ کریں۔جنگی خدمت جبری و لازمی ہوگی، اور سب اس میں برابر کا حصہ لیں گے۔عین حالتِ جنگ میں بھی نوبت بہ نوبت فوجیں لڑیں گی اور آرام پائیں گی، یہ نہیں کہ پورا بار ایک ہی طبقے پر پڑے۔ف ۱۷،ف ۱۸

جنگ و صلح تو مرکزی مسئلہ ہوں گے۔البتہ حسب سابق پناہ دہی کا حق انفرادی طور ہر چھوٹے بڑے سب کو حاصل ہوگا اور ادنیٰ ترین شخص کے دیے ہوئے وعدۂ پناہ کا بھی پوری امت احترام کرے گی۔ف ۱۵

اور اس طرح اخوت و مساوات اور آزادیٔ عمل اس سیاسی وحدت میں عملی طور سے جاری و ساری کر دی جائے گی۔پناہ دہی کی اس آزادی میں ایک شرط لگائی گئی کہ جو مشرکین عرب اس سیاسی وحدت میں حقوقِ رعیت حاصل کرنا چاہیں ان کے لیے یہ پابندی ہوگی کہ وہ قریش کی جان و مال کو کسی طرح کی پناہ نہ دیں گے اور نہ اس بات میں آڑے آئیں گے کہ قریش کی جان و مال کو مسلمان اپنے حقوقِ حربیت کے سلسلے میں نقصان پہنچائیں۔ف۲۰ب

اس دفعہ کے سلسلے میں دو واقعات قابلِ ذکر ہیں۔جن کا امام بخاری[22] نے ذکر کیا اور جو دونوں جنگِ بدر سے پہلے پیش آئے تھے۔ان دونوں میں دوبڑی مسلمان شخصیتوں نے بعض قریشی افراد سے دوستانہ تعلقات کی بناء پر ان کی جائیداد کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا۔بے شبہ اس دفعہ میں قریش کو پناہ دینے کی ممانعت صرف مشرک رعایا کو دی گئی ہے لیکن قیاس یہ چاہتا ہے کہ مسلمان بھی اس کے پابند تھے اور بلا صراحت وہ اس پر عمل کرتے تھے۔اسی بنا پر میرا خیال ہے کہ یہ دفعہ ابتدائی دستور میں نہ تھی۔بعد میں جنگ بدر کے اختتام پر یہودی قبائل سے معاہدے کے بعد یا کسی قریبی موقع پر اس اصل دستور میں اضافہ کی گئی۔جنگ کے سلسلہ میں جملہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کا مددگار اور دکھ درد میں حصہ دار رہنے کا حکم دیا گیا۔ف۱۹

عدل گستری کے سلسلے میں آخری عدالتِ مرافعہ جہاں ذاتِ رسالت پناہﷺ ہی کو قرار دیا گیا وہیں ہرجے اور خون بہا(ضمان ودیت) کی ادائی کے لیے قدیم نظامِ بیمہ کی توثیق و تشریح کی گئی کہ اگر کوئی شخص کسی رقمی ادائی کا مستوجب ہو تو اس کی مدد اس کے سب رشتہ دار کریں گے۔اس طرح اگر کوئی شخص

---

[22] بخاری کتاب 4، باب نمبر2 نیز کتاب نمبر 64 باب 2

دشمن کے ہاتھوں قید ہوجائے اور فدیہ ادا کرنا ہو تو اس کے اہلِ قبیلہ ہی اس ادائی کے ذمہ دار ہوں گے۔ف۴

اس سلسلے میں ایک طرح سے شہر کی محلہ وار تقسیم کی گئی اور ہر قبیلے کے لوگ دوسروں سے الگ یکجا ہی رہتے تھے، اور ہر محلے میں ایک میر محلہ اور متعدد نائبان میر محلہ اوراجتماع گاہ پائے جاتے تھے جن کو علی الترتیب نقیب، عریف اور سقیفہ کہتے تھے۔کوئی محلہ فنڈ یا خزانے کا پتا تو نہیں چلتا،[23] غالباً حسبِ ضرورت چندہ ہوتا ہوگا۔یہ محلہ وار مجالیس بڑی حد تک خود مختار اور خود اکتفا تھیں۔

انصار کے قبائل تو معین تھے ہی اب ان عدالتی و سماجی اغراض کے لیے جملہ مہاجرین کا بھی ایک قبیلہ قرار دیا گیا۔ ف۳

اور یہ قرار دیا گیا کہ اگر کوئی محلہ دار مجلس اپنے کسی اہل محلہ کی ذمہ داریوں پورا کرنے کے قابل نہ ہو تو دیگر مجالس بھی ہاتھ بٹانے کی پابند ہوں گی۔ف۱۲

اور یہ بھی صراحت سے بتایا گیا کہ اگر کسی قبیلے میں کوئی موالی ہو یعنی کسی فرد سے قانونی اور معاہداتی بھائی چارہ کرکے اس قبیلے کے رکن بنے ہوں تو ایسے موالی کو اپنے اصل سے اختلاف کا حق نہ ہوگا۔ ف۱۲ب

---

23 لیکن بنو النضیر کے یہودیوں میں قبیلہ داری بیت المال تھا چنانچہ سیرت شامی میں غزوہ سویق کے بیان میں لکھا ہے:"**سلام بن مشکم و کان سید بنی النضیر فی زمانہ ذلك وصاحب کنزھم۔۔۔۔ یعنی بالکنزھنا المال الذی کانوایجمعونہ لنوایبھم وما لبصرض لھم**"(یعنی سلام بن مشکم اس زمانے میں بنو النضیر کا سردار اور ان کا افسر خزانہ تھا۔۔۔۔۔۔۔۔خزانے سے مراد یہاں مال ہے جو وہ اتفاقی حوادث اور ضروریات کے لیے جمع کیا کرتے تھے۔

اس نظام ولاء کے سلسلے میں یہ بھی حکم دیا گیا کہ ایک شخص کے مولا کو کوئی دوسرا شخص بلا اجازت اصل اپنا مولا نہ بنائے،(ایضاًبروایت ابن حنبل) انصاف رسانی کا اختیار افراد سے لے کر جماعت یعنی مرکز کے سپرد کر دیا گیا جو ایک عظیم الشان انقلاب تھااور حکم دیا گیا کہ انصافی مسائل میں جانبداری کرنے اور اپنے رشتہ داروں کی مدد کرنے بلکہ خود حقیقی بیٹے تک کو بچانے کی کوشش کرنے کی کسی کو اجازت نہ ہوگی۔ اور جملہ مسلمان اس بات کی کوشش کریں گے کہ ہر ضرر پہنچانے یا ضرر پہنچانے کی تیاری کرنے والے شخص کو کیفر کردار تک پہنچانے میں پوری طرح ہاتھ بٹائیں۔ف ۱۳

قتلِ عمد کی سزا قصاص مقرر کی گئی البتہ مقتول کے ولی کو اختیار دیا گیا ہے کہ دیت لے کر قصاص سے درگزر کرے اور انصاف رسانی میں مداخلت کی سختی سے ممانعت کی گئی۔ ف ۲۱

اسلام کی حقانیت جتانے اور اس کا بول بالا کرنے کے لیے مسلمانوں کو مشورہ دیا گیا کہ اگر ان کا کوئی غیر مسلم رشتہ دار کسی مسلمان کے ہاتھوں مارا جائے تو قصاص پر اصرار نہ کریں اور کسی مسلمان کے خلاف کسی غیر مسلم کی مدد نہ کریں۔ ف ۱۴

اسی طرح کسی قاتل یا مجرم کو پناہ یا مدد دینے کی ممانعت کی گئی اور کہا گیا کہ جو خدا اور قیامت پر ایمان لایا ہے اور جس نے اس دستاویز کے احکام کی تعمیل کا اقرار کیا ہے، اگر کسی قاتل کو مدد یا پناہ دے تو قیامت کے دن اس پر خدا کی لعنت اور غضب نازل ہوں گے اور اس کی رستگاری کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

انصار کے بعض لوگ یہودیت قبول کر چکے تھے، خاص کر بعض بچوں کو ان کے والدین منت مان کر یہودی بنا دیتے تھے۔ان کے متعلق بھی ایک خصوصی دفعہ رکھ دی گئی کہ اگر وہ ماتحتانہ اتحادِ عمل پر آمادہ

ہوں تو انہیں سب مسلمانوں کے برابر حقوقِ رعیت حاصل ہوں گے۔ان کی حفاظت و مدد کی جائے گی ——— اور ان پر کوئی ظلم روا نہیں رکھا جائے گا۔ف۱۶

یہاں تک ان امور کا ذکر ہو جو حصہ اول میں درج ہیں اور جو مدینے کے عربوں کے متعلق ہے۔ حصہ دوم یہودیوں کے قبائل کے متعلق ہے۔

اس امر سے بحث ہوچکی ہے کہ آیا یہودیوں کا یہ دستور انصار و مہاجرین کے قواعد کے ساتھ ہی بنایا گیا یا بعد میں۔اس حصے کی مختصر تحلیل کے سلسلے میں عرض ہے کہ اس کی پہلی دفعہ مشترک ہے کہ کسی جنگ کی صورت میں اگر مسلمان اور یہودی اتحادِ عمل کریں تو ہر حلیف اپنے مصارفِ جنگ خود برداشت کرے گا اور یہ حکم نہ صرف (ف۲۴) میں بیان ہوا ہے بلکہ (ف۳۷ الف اورف۳۸) میں بھی دہرایا گیا ہے اور غالباً (۴۵ب) کی مبہم عبارت کا بھی یہی منشا ہے کہ (**علیٰ کل اناس حصتھم من جانبھم الذی قبلھم**) جس کو ابو عبید نے "**حصتھم والنفقھة**" لکھا ہے۔اس تکرار کی وجہ غالباً یہی تھی کہ مالی معاملات میں یہودی بہت بدنام تھے۔ان کی بد معاملگی کو " لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ " اور مِنْهُم مَّنْ إِن تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ " وغیرہ قرآنی آیات میں بھی طشت از بام کیا گیا تھا۔

جب مصارف برداشت کرنے کی ذمہ داری تھی تو ظاہر ہے کہ انہیں مالِ غنیمت کو پانے کا بھی حق حاصل تھا جیساکہ ابو عبیدہ نے اپنی شرح میں صراحت بھی کی ہے۔[24] یہودیوں نے بھی آنحضرت ﷺ کے

[24] روض الانف السہیلی جلد2، صفحہ 17۔کتاب الاموال لابی عبید صفحہ 517

سیاسی اقتدار کو مان لیا تھا اور ہر اختلاف میں آنحضرتﷺ کے فیصلے کو آخری تسلیم کر لیا تھا۔جیسا کہ (ف ۴۲) میں نہایت صراحت سے قرار دیا ہے۔

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ (ف ۲۵) میں "یہودی اپنے مذہب پر اور مسلمان اپنے مذہب پر" کہہ کر دینی آزادی اور رواداری کا اعلان کرنے کے باوجو (ف ۴۲) میں ابن اسحاق کی روایت میں "محمدرسول اللہ" اور ابوعبید کی روایت میں "محمد النبیؐ" کے الفاظ برتے گئے ہیں اور (ف ۴۷) میں ابن اسحاق کے ہاں "محمدرسول اللہؐ" کا کلمہ مکرر آیا ہے تو ابو عبید کی روایت میں یہ جملہ حذف کر دیا گیا ہے۔اس کے معنی غالباً یہ تو نہیں ہوں گے کہ ان یہود نے آنحضرتﷺ کی رسالت یا نبوت مان لی بلکہ ان تاریخی کتابوں کے کسی با ادب کاتب نے یہ الفاظ بڑھائے ہوں گے(کیونکہ ابن اسحاق کے ہاں دونوں جگہ آخر میں صلی اللہ علیہ وسلم بھی لکھا ہے جو خود آنحضرتﷺ کا اپنے متعلق لکھنا قرین قیاس نہیں ہے) یا یہ کہا جاسکتا ہے کہ "نبی" یا "رسول اللہ" کا لفظ آنحضرتﷺ نے خود لکھا تھااور یہودیوں نے اپنی خطرناک سیاسی و جنگی حالت کے مد نظر اس پر اعتراض کی جرأت نہ کی۔"صلی اللہ علیہ وسلم" کے استعمال کے متعلق سیرت ابن ہشام صفحہ 992 سطر 3 سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ خطبے وغیرہ میں آنحضرتﷺ اس کا بطورِ دعا خود بھی اپنے متعلق استعمال فرمایا کرتے تھے۔

اس ذیلی بحث کے قطع نظر اس دستاویز میں دس یہودی قبائل کا فرداً فرداً اور نام بنام ذکر کیا گیا اور ان کے حقوق کی مساوات تسلیم کی گئی۔اس کا منشاء بظاہر یہ ہے کہ یہودیوں نے ایک جماعت بن کر اس وفاقی شہری مملکت مدینہ میں شرکت نہیں کی بلکہ ہر قبیلہ ایک علیحدہ وحدت کی حیثیت سے داخل ہوا۔اسکی کا نتیجہ تھا کہ اگر مسلمانوں نے چند یہودی قبائل سے جنگ کی انہیں مدینے کی سرزمین سے نکل جانے کا حکم دیا تو نہ صرف باقی قبائل خاموش رہے بلکہ بعض مواقع پر انہوں نے مسلمانوں کی جنگی مدد بھی کی اور اس

جنگ کے باوجود یہ معاہدہ یا دستور دیگر یہودی قبائل کی حد تک باقی رہا، منسوخ نہیں سمجھا گیا۔ چنانچہ اس دستور میں خون بہا کی ادائی میں اہلِ قبیلہ اور موالی مشترکہ طور پر ذمہ دار قرار دیے گئے تھے اور بنی قنیقاع کے اخراج کے بعد بنو النضیر سے اسی قرارداد(ف ۲۵، ف ۳۱) کے تحت آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر چندہ دینے کا مطالبہ کیا تھا۔[25] یہودیوں کو مسلمان رعایا کے ساتھ سیاسی و تمدنی حقوق میں صراحت سے مساوات دی گئی(ف ۲۵) اور یہودیوں کے معاہداتی رشتہ داروں کو جنہیں موالی، بطن اور بطانہ کا نام دیا گیا ہے، حقوق اور ذمہ داریوں میں عام اور اصلی یہودیوں کے برابر مان لیا گیا ہے (ف ۳۲،ف ۴۰،ف ۴۵، ف ۴۶)۔البتہ پناہ گزین بلا اجازت پناہ دہندہ کسی اور کو پناہ نہیں دے سکتا۔ (ف ۴۱)

یہودیوں سے اصل میں ایک جنگی حلیفی کی گئی تھی چنانچہ (ف ۳۷،ف ۴۴ اور ف ۴۵) میں صراحت سے قرار دیا گیا ہے کہ وہ ان سب سے لڑیں گے جن سے مسلمان لڑیں اور ان سب سے صلح کریں گے جن سے مسلمان صلح کریں اور مدینے کی مدافعت میں مشترکہ حصہ لیں گے اور مسلمانوں پر کوئی حملہ آور ہو تو یہودی مسلمانوں کو مدد دیں گے اور یہود پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمان، یہودیوں کو مدد دیں گے، البتہ دینی جنگوں میں جو مسلمان اختیار کریں یہودیوں کو ہاتھ بٹانے کی ذمہ داری نہ ہوگی (ف ۴۵) نیز مسلمانوں کے ساتھ فوج میں ان کی شرکت آنحضرت ﷺ کی اجازت پر منحصر رکھی گئی (ف ۳۶ الف)۔اس دفعہ کی عبارت کسی قدر مبہم ہے اور یہ معنی بھی نکلتے ہیں کہ یہودی آنحضرت ﷺ کی اجازت کے بغیر خود بھی مستقلاً کسی سے جنگ نہیں کر سکتے۔ اگر یہ واقعہ ہے تو آنحضرت ﷺ کے سیاسی اقتدار کی مزید وسعت ظاہر ہوتی ہے۔ اس اہم قرارداد سے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ مکے کے قریش متاثر ہوئے ہوں گے جو مسلمانوں کے خلاف مدد دے سکنے والے ایک اہم حریف یعنی یہودیوں کی اعانت سے محروم کر دیے

---

[25] ابن ہشام صفحہ 652۔ابن سعد جلد 1 صفحہ 40 تا 41۔تاریخ طبر طبع یورپ صفحہ 1449 تا 50

گئے۔ جیسا کہ (ف ۴۳) میں قرار دیا گیا ہے کہ یہودی، قریش اور قریشیوں کے مددگاروں کو کوئی پناہ نہیں دیں گے، گو بدقسمتی سے اس پر عمل نہ ہوا اور یہودی سردار برابر قریش سے سازش کرتے رہے اور جنگِ بدر کی شکست کے بعد اس کا سلسلہ جو شروع ہوا تو بنو قریظہ کی بلا شرط اطاعت تک برابر جاری رہا۔[26] بہرحال صلح و جنگ کو وفاق کا بلا شرط ایک مرکزی مسئلہ قرار دے دیا گیا، اور جنگ کی کمان آنحضرت ﷺ کو حاصل ہوگئی جو آنحضرت ﷺ کی زبردست سیاسی کامیابی تھی۔

سماجی اور اندرونی مسائل میں آنحضرت ﷺ نے کوئی مداخلت نہیں کی اور فدیہ، دیت اور جوار یا پناہ دہی اور معاہداتی رکنیتِ قبیلہ کے ادارات اور رواجات کو برقرار رکھا گیا (ف ۲۵، ف ۳۱، ف ۴۰)۔ اس فرزانی سیاست کا نتیجہ یہ نکلا کہ کسی کو ہچکچاہٹ اور گھبراہٹ نہیں ہوئی اور یہودیوں نے خوشی سے اس کو منظور کر لیا کہ آنحضرت ﷺ ان کی بھی آخری عدالتِ مرافعہ کے فرائض سر انجام دیں (ف ۴۲)۔ نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کے مقدمات میں آنحضرت ﷺ ان کے شخصی قانون ہی کے مطابق فیصلے فرمایا کرتے تھے۔ جنگ و صلح کی طرح یہودیوں کی عدل گستری کو بھی (ف ۳۶ ب) صراحت کے ساتھ مرکزی مسئلہ قرار دیا گیا۔ اور انصاف میں رشتہ داری وغیرہ کے باعث دخل دہی کی قطعی ممانعت کی گئی اور قدیم زمانے کے انتقامات اور انتقام کے انتقامات کا لا متناہی سلسلہ یک لخت روک دیا گیا۔ آنحضرت ﷺ کا یہودیوں پر عدالتی اقتدارِ اعلیٰ بھی مسلمانوں کے لیے بڑی سیاسی فتح تھی۔ یہودیوں نے نہ صرف آنحضرت ﷺ کو اپنا مقتدرِ اعلیٰ تسلیم کرلیا بلکہ شہر مدینہ و مضافات (جوف) کو بھی ایک حرم تسلیم کیا (ف ۳۹)۔ مکہ ایک حرم تھا۔ طائف شہر کی حرمت کو 9 ھ کے معاہدۂ طائف میں بھی تسلیم اور برقرار رکھا گیا (دیکھیے کتاب الاموال لابی عبید صفحہ 506)۔ یہودیوں سے ایک نیم عرب شہر کو حرم مقدس منوالینا بھی آنحضرت ﷺ کا ایک

---

26 البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد4، صفحہ 6۔ ابن ہشام صفحہ 681، نیز: پروفیسر ٹارے کی "جیوش فاؤنڈیشن آف اسلام"

سیاسی کارنامہ تھا اور اسی طرح ایک چھوٹی سی بستی کو جو بیس ایک محلوں پر مشتمل تھی، شہری مملکت کی صورت میں منظم کیا گیا، اور اس کی قلیل لیکن بو قلمو و کثیر الاجناس آبادی کو ایک لچکدار اور قابلِ عمل دستور کے تحت ایک مرکز پر متحد کیا گیا اور ان کے تعاون سے شہر مدینہ میں ایک ایسا سیاسی نظام قائم کرکے چلایا گیا کہ بعد میں ایشیاء، یورپ اور افریقہ کے تین براعظموں پر پھیلی ہوئی ایک وسیع اور زبردست شہنشاہت کا بلا کسی دقت کے صدر مقام بھی بن گیا۔ یورپ کے لفظ پر آپ حیران نہ ہوں، عہدِ بنی امیہ سے بہت پہلے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں 27ھ میں مسلمانوں کی فوجیں اندلس میں داخل ہوگئیں اور مزید کمک نہ ملنے کے باوجود وہیں مقیم اور ملک کے ایک حصے پر قابض رہیں تا آں کہ بہت دنوں بعد طارق آتا ہے اور اندلس کی فتح کو مکمل کرتا ہے، عہدِ عثمانی کی اس مہم کا ذکر طبری[27] اور گبن[28] نے بھی کیا ہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ عہدِ عثمانی تک مدینہ ہی مرکزِ خلافت تھا۔

اس دستاویز میں ایک جگہ لفظ "دین" بھی برتا گیا ہے۔ اس لفظ میں بیک وقت مذہب اور حکومت دونوں کا مفہوم پایا جاتا ہے اور یہ ایک ایسا اہم امر ہے کہ اس کو پیشِ نظر رکھے بغیر مذہب اسلام اور سیاسیاتِ اسلام کو اچھی طرح نہیں سمجھا جاسکتا۔

یہاں اس دستور کے متن کا ترجمہ بے محل نہ ہو گا۔

---

[27] تاریخ طبری صفحہ 2817

[28] Decline and Fall of the Roman Empire – V, p. 555

ترجمہ دستور مملکت مدینہ بہ عہدِ نبویؐ

(کوشش کی گئی ہے کہ ترجمہ واضح ہو اور سمجھنے کے لیے کسی حاشیہ کی ضرورت نہ رہے۔ اور فقرات پر نمبر بھی لگا دیے گئے ہیں تاکہ حوالے میں سہولت رہے۔ یہ نمبر چونکہ معین ہو چکے ہیں اور جرمنی، ہالینڈ، اٹلی وغیرہ ہر جگہ ایک ہی ہیں اس لیے جہاں مجھے اختلاف کرنا پڑا وہاں الف، ب کر کے ذیلی تقسیم کی گئی ہے اور بین الاقوامی نمبروں کو باقی رکھا گیا ہے)۔

رحم کرنے والے اور مہربان خدا کے نام سے

ف ۱: یہ ایک حکم نامہ ہے نبیؐ اور اللہ کے رسول محمدؐ کا قریش اور اہل یثرب میں سے ایمان اور اسلام لانے والوں اور ان لوگوں کے مابین جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔

ف ۲: تمام (دنیا کے) لوگوں کے بالمقابل ان کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت (امت) ہو گی۔

ف ۳: قریش سے ہجرت کر کے آنے والے اپنے محلے کے (ذمہ دار) ہوں گے اور اپنے خون بہا باہم مل کر دیا

کریں گے اور اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف۴: اور بنی عوف اپنے محلے کے ذمہ دار ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گے تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف۵: اور بنی الحارث بن خزرج اپنے محلے کے ذمہ دار ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گے تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف۶: اور بنی ساعدہ اپنے محلے کے ذمہ دار ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گے تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف۷: اور بنی جشم اپنے محلے کے ذمہ دار ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گے تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف۸: اور بنی النجار اپنے محلے کے ذمہ دار ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گے تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف۹: اور بنی عمرو بن عوف اپنے محلے کے ذمہ دار ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گے تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف۱۰: اور بنی النبیت اپنے محلے کے ذمہ دار ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گے تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف۱۱: اور بنی الاوس اپنے محلے کے ذمہ دار ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گے تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف۱۲۔الف: اور ایمان والے کسی قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے کو مدد دیے بغیر چھوڑ نہ دیں گے تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف۱۲۔ب: اور یہ کہ کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے مولا (معاہداتی بھائی) سے خود معاہدہ برادری نہیں پیدا کرے گا۔

ف۱۳: اور متقی ایمان والوں کے ہاتھ ہر اس شخص کے خلاف اٹھیں گے جو ان میں سرکشی کرے یا استحصال بالجبر کرنا چاہے یا گناہ یا تعدی کا ارتکاب کرے یا ایمان والوں میں فساد پھیلانا چاہے اور ان کے ہاتھ سب مل کر ایسے شخص کے خلاف اٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

ف۱۴: اور کوئی ایمان والا کسی ایمان والے کو کسی کافر کے بدلے قتل نہ کرے گا اور نہ کسی فرد کی کسی ایمان

والے کے خلاف مدد کرے گا۔

ف۱۵: اور خدا کا ذمہ ایک ہی ہے۔ ان (مسلمانوں میں) کا ادنیٰ ترین فرد بھی کسی کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا اور ایمان والے باہم بھائی بھائی ہیں (ساری دنیا کے) لوگوں کے مقابل۔

ف۱۶: اور یہ کہ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حصل ہو گی۔ نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔

ف۱۷: اور ایمان والوں کی صلح ایک ہی ہو گی۔ اللہ کی راہ میں لڑائی ہو تو کوئی ایمان والا کسی دوسرے ایمان والے کو چھوڑ کر (دشمن سے) صلح نہیں کرے گا جب تک کہ (یہ صلح) ان سب کے لیے برابر اور یکساں نہ ہو۔

ف۱۸: اور ان تمام ٹکڑیوں کو جو ہمارے ہمراہ جنگ کریں باہم نوبت بہ نوبت چھٹی دلائی جائے گی۔

ف۱۹: اور ایمان والے باہم اس چیز کا انتقام لیں گے جو خدائی راہ میں ان کے خون کو پہنچے۔

ف۲۰۔الف: اور بے شبہہ متقی ایمان والے سب سے اچھے اور سب سے سیدھے راستے پر ہیں۔

ف۲۰۔ب: اور یہ کہ کوئی مشرک (غیر مسلم رعیت) قریش کی جان اور مال کو کوئی پناہ نہ دے گا اور نہ اس سلسلے میں کسی مومن کے آڑے آئے گا۔

ف۲۱: اور جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے اور ثبوت پیش ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا بجز اس کے کہ مقتول کا ولی خون بہا پر راضی ہو جائے اور تمام ایمان والے اس کی تعمیل کے لیے اٹھیں گے اور اس کے سوائے انہیں کوئی اور چیز جائز نہ ہو گی۔

ف۲۲: اور کسی ایسے ایمان والے کے لیے جو اس دستور العمل (صحیفہ) کے مندرجات (کی تعمیل) کا اقرار کر چکا اور خدا اور یومِ آخرت پر ایمان لا چکا ہو، یہ بات جائز نہ ہو گی کہ کسی قاتل کو مدد یا پناہ دے۔ اور جو اسے مدد یا پناہ دے گا تو قیامت کے دن اس پر خدا کی لعنت اور غضب نازل ہوں گے اور اس سے کوئی رقم یا معاوضہ قبول نہ ہو گا۔

ف۲۳: اور یہ کہ جب کبھی تم میں کسی چیز کے متعلق اختلاف ہو تو اسے خدا اور محمدؐ سے رجوع کیا جائے گا۔

ف۲۴: اور یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

ف۲۵: اور بنی عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ، ایک سیاسی وحدت (یا امت) تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین۔ موالی ہوں کہ اصل۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا،

ف۲۶: اور بنی النجار کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

ف۲۷: اور بنی الحارث کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

ف۲۸: اور بنی ساعدہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

ف۲۹: اور بنی جشم کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

ف۳۰: اور بنی الاوس کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

ف۳۱: اور بنی ثعلبہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔ ہاں جو ظلم یا

عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو خود اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

ف۳۲: اور جفنہ جو (قبیلہ) ثعلبہ کی ایک شاخ ہے، اسے بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

ف۳۳: اور بنی الشطیبہ کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔ اور وفا شعاری ہو نہ کہ عہد شکنی۔

ف۳۴: اور ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

ف۳۵: اور یہودیوں (کے قبائل) کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

ف۳۶۔الف: اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی محمدؐ کی اجازت کے بغیر (فوجی کاروائی کے لیے) نہیں نکلے گا۔

ف۳۶۔ب: اور کسی مار، زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی اور جو خونریزی کرے تو اس کی ذات اور اس کا گھرانہ ذمہ دار ہوگا ورنہ ظلم ہوگا۔ اور خدا اس کے ساتھ ہے جو اس (دستور العمل) کی زیادہ سے زیادہ وفاشعارانہ تعمیل کرے۔

ف۳۷۔الف: اور یہودیوں پر ان کے خرچے کا بار ہوگا اور مسلمانوں پر ان کے خرچے کا۔

ف۳۷۔ب: اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم امداد عمل میں آئے گی۔ اور ان میں باہم حسنِ مشورہ اور بہی خواہی ہوگی اور وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی۔

ف۳۸: اور یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

ف۳۹: اور یثرب کا جوف (یعنی میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہو) اس دستور والوں کے لیے ایک حرم (اور

مقدس مقام) ہو گا۔

ف ۴۰: پناہ گزیں سے وہی برتاؤ ہو گا جو اصل (پناہ دہندہ) کے ساتھ۔ نہ اس کو ضرر پہنچایا جائے اور نہ خود وہ عہد شکنی کرے گا۔

ف ۴۱: اور کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائے گی (یعنی پناہ دینے کا حق پناہ گزیں کو نہیں)۔

ف ۴۲: اور یہ کہ اس دستور والوں میں جو کوئی قتل یا جھگڑا رونما ہو جس سے فساد کا ڈر ہو تو اسے خدا اور خدا کے رسول محمدؐ سے (جن پر خدا کی توجہ اور سلامتی ہو) رجوع کیا جائے گا۔ اور خدا اس شخص کے ساتھ ہے جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زہادہ احتیاط اور زیادہ سے زیادہ وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔

ف ۴۳: اور قریش کو کوئی پناہ نہیں دی جائے گی اور نہ اس کو جو انہیں مدد دے۔

ف ۴۴: اور ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم مدد دہی ہو گی اگر کوئی یثرب پر ٹوٹ پڑے۔

ف ۴۵۔الف: اور اگر ان میں کو کسی صلح میں مدعو کیا جائے تو وہ بھی صلح کریں گے اور اس میں شریک رہیں گے اور اگر وہ کسی ایسے ہی امر کے لیے بلائیں تو مومنین کا بھی فریضہ ہو گا کہ ان کے ساتھ ایسا ہی کریں بجز اس کے کہ کوئی دینی جنگ کرے۔

ف ۴۵۔ب: ہر گروہ کے حصے میں اسی رخ کی (مدافعت) آئے گی جو اس کے بالمقابل ہو۔

ف ۴۶: اور (قبیلہ) الاوس کے یہودیوں کو، موالی ہوں کہ اصل، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس دستور ولوں

کو اور وہ بھی اس دستور والوں کے ساتھ خالص وفا شعاری کا برتاؤ کریں گے۔ اور وفا شعاری ہو گی نہ عہد شکنی۔ جو جیسا کرے گا ویسا خود ہی بھرے گا۔ اور خدا اس کے ساتھ ہے جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ مدافعت اور زیادہ سے زیادہ وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔

ف ۴۷: اور یہ کہ حکم نامہ کسی ظالم یا عہد شکن کے آڑے نہ آئے گا۔ اور جو جنگ کو نکلے تو بھی امن کا مستحق ہو گا اور جو مدینے میں بیٹھ رہے تو بھی امن کا مستحق ہو گا ورنہ ظلم اور عہد شکنی ہو گی۔ اور خدا اس کا نگہبان ہے جو وفا شعاری اور احتیاط (سے تعمیلِ عہد) کرے اور اللہ کے رسول محمدؐ بھی جن پر خدا کی توجہ اور سلامتی ہو۔

اصل متن دستور کے ماخذ

- سیرت ابن ہشام (طبع یورپ) صفحہ ۳۴۱ تا ۳۴۴
- سیرت ابن اسحاق (ترجمہ فارسی، مخطوطہ پاریس) ورق ۱۰۱
- کتاب الاموال مؤلفہ ابو عبید قاسم بن سلام (طبع مصر) فقرہ ۵۱۷
- سیرت ابن سید الناس۔ احوال بعد ہجرت کے ضمن میں

متن کے اقتباسات کے ماخذ

- سنن ابی داؤد، کتاب ۱۹ باب ۲۱
- مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۲۷۱، جلد ۲ صفحہ ۲۰۴، جلد ۳ صفحہ ۲۴۲
- تاریخ الطبری (طبع یورپ سلسلہ اول) صفحہ ۱۲۶۱، ۱۳۵۹
- لغت لسان العرب مؤلفہ ابن منظور تحت مادہ ہائے "بدر، وسع، عقب، عقل، فرح، وتغ"۔
- طبقات ابن سعد جلد ۱ قسم دوم صفحہ ۱۷۲

اس موضوع پر یورپی زبانوں کے مضامین

1. Wellhausen, *Gemeideordnung von medina*, (in Skizzen und Vora rbeiten vol.4, Nr,2.)

2. Caetani, *Annali dell ‘Islam*, annol, 43.

3. Wensinck, *Mohammed on de Joden te Medina*. Pp 78 et saq.

4. Buhl, *Das Leben Mohammeds*, pp. 210.212.

5. Sprenger, *Das Leben und die Lehre des Mohammad* vol. 3, pp. 15-18.

6. Grimme, *Mohammed* pp. 75. 75.S1.

7. Mueller, *Der Islam Morgon – und Abendland*, vol. 1, pp 15-18.

8. Hamidullah, “*Administration of Justice in Early Islam*”. Islamic Culture, quarterly, Hyderabad. Vol 00. 163. 72.

9. La Diplomatie musulmane in loco.

دنیا کے پہلے تحریری دستور کا اصل عربی متن

ماخذ: سیرت ابنِ ہشام

(واضح رہے کہ سیرت ابن ہشام کے عربی متن میں یہ دستور پیراگراف کی شکل میں بنا کسی نمبر شمار کے درج ہے۔ ہم نے اس دستور کی تمام دفعات کو اسی ترتیب سے شمار کیا ہے، جو ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضمون میں استعمال کی ہے۔ اور ان کے بقول عالمی سطح پر بھی ان دفعات کو اسی نمبر شمار کے تحت بیان کیا جاتا ہے۔)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ،

1) هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ مِنْ قُرَيْشٍ وَيَثْرِبَ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ، فَلَحِقَ بِهِمْ، وَجَاهَدَ مَعَهُمْ،

2) إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُونِ النَّاسِ،

3) الْمُهَاجِرُونَ مِنْ قُرَيْشٍ عَلَى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ، بَيْنَهُمْ، وَهُمْ يَفْدُونَ عَانِيَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ،

4) وَبَنُو عَوْفٍ عَلَى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمْ الْأُولَى، كُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِي عَانِيَهَابِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ،

5) وَبَنُو الْحَارِثِ عَلَى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمْ الْأُولَى، وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ،

6) وَبَنُوسَاعِدَةَ عَلَى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمْ الْأُولَى، وَكُلُّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ،

7) وَبَنُو جُشَمٍ عَلَى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلِهِمْ الْأُولَى، وَكُلُّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ،

8) وَبَنُو النَّجَّارِ عَلَى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمْ الْأُولَى، وَكُلُّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ،

9) وَبَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَلَى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمْ الْأُولَى، وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ،

10) وَبَنُو النَّبِيتِ عَلَى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمْ الْأُولَى، وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ،

11) وَبَنُو الْأَوْسِ عَلَى رِبْعَتِهِمْ يَتَعَاقَلُونَ مَعَاقِلَهُمْ الْأُولَى، وَكُلُّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ،

12-الف) وَإِنَّ الْمُؤْمِنِينَ لَا يَتْرُكُونَ مُفْرَحًا بَيْنَهُمْ أَنْ يُعْطُوهُ بِالْمَعْرُوفِ فِي فِدَاءٍ أَوْ عَقْلٍ.

12-ب) وَأَنْ لَا يُحَالِفَ مُؤْمِنٌ مَوْلَى مُؤْمِنٍ دُونَهُ،

13) وَإِنَّ الْمُؤْمِنِينَ الْمُتَّقِينَ عَلَى مَنْ بَغَى مِنْهُمْ، أَوْ ابْتَغَى دَسِيعَةَ ظُلْمٍ، أَوْ إِثْمٍ، أَوْ عُدْوَانٍ، أَوْ فَسَادٍ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ، وَإِنَّ أَيْدِيَهُمْ عَلَيْهِ جَمِيعًا، وَلَوْ كَانَ وَلَدَ أَحَدِهِمْ،

14) وَلَا يَقْتُلُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنًا فِي كَافِرٍ، وَلَا يَنْصُرُ كَافِرًا عَلَى مُؤْمِنٍ،

15) وَإِنَّ ذِمَّةَ اللَّهِ وَاحِدَةٌ، يُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَدْنَاهُمْ، وَإِنَّ الْمُؤْمِنِينَ بَعْضُهُمْ مَوَالِي بَعْضٍ دُونَ النَّاسِ،

16) وَإِنَّهُ مَنْ تَبِعَنَا مِنْ يَهُودَ فَإِنَّ لَهُ النَّصْرَ وَالْأُسْوَةَ، غَيْرَ مَظْلُومِينَ وَلَا مُتَنَاصَرِينَ عَلَيْهِمْ،

17) وَإِنَّ سِلْمَ الْمُؤْمِنِينَ وَاحِدَةٌ، لَا يُسَالَمُ مُؤْمِنٌ دُونَ مُؤْمِنٍ فِي قِتَالٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، إِلَّا عَلَى سَوَاءٍ وَعَدْلٍ بَيْنَهُمْ،

18) وَإِنَّ كُلَّ غَازِيَةٍ غَزَتْ مَعَنَا يُعْقِبُ بَعْضُهَا بَعْضًا،

19) وَإِن الْمُؤمنينَ يبيء بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ بِمَا نَالَ دِمَاءَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ،

20-الف) وَإِنَّ الْمُؤمِنِينَ الْمُتَّقِينَ عَلَى أَحْسَنِ هُدًى وَأَقْوَمِهِ،

20-ب) وَإِنَّهُ لَا يُجِيرُ مُشْرِكٌ مَالًا لقريش وَلَا نفسا، وَلَا يَحُولُ دُونَهُ عَلَى مُؤْمِنٍ،

21) وَإِنَّهُ مَنْ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلًا عَنْ بَيِّنَةٍ فَإِنَّهُ قَوَدٌ بِهِ إِلَّا أَنْ يَرْضَى وَلِيُّ الْمَقْتُولِ، وَإِنَّ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ كَافَّةٌ، وَلَا يَحِلُّ لَهُمْ إِلَّا قِيَامٌ عَلَيْهِ،

22) وَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَقَرَّ بِمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ، وَآمَنَ بِاللَّه وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، أَنْ يَنْصُرَ مُحْدِثًا وَلَا يُؤْوِيهِ، وَأَنَّهُ مَنْ نَصَرَهُ أَوْ آوَاهُ، فَإِنَّ عَلَيْهِ لَعْنَةَ اللَّهِ وَغَضَبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ،

23) وَإِنَّكُمْ مَهْمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ، فَإِنَّ مَرَدَّهُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

24) وَإِنَّ الْيَهُودَ يُنْفِقُونَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ مَا دَامُوا مُحَارَبِينَ،

25) وَإِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ، لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ، وَلِلْمُسْلِمَيْنِ دِينُهُمْ، مَوَالِيهِمْ وَأَنْفُسُهُمْ، إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَأَثِمَ، فَإِنَّهُ لَا يُوتِغُ إِلَّا نَفْسَهُ، وَأَهْلَ بَيْتِهِ،

26) وَإِنَّ لِيَهُودِ بَنِي النَّجَّارِ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِي عَوْفٍ،

27) وَإِنَّ لِيَهُودِ بَنِي الْحَارِثِ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِي عَوْفٍ،

28) وَإِنَّ لِيَهُودِ بَنِي سَاعِدَةَ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِي عَوْفٍ،

39) وَإِنَّ لِيَهُودِ بَنِي جُشَمٍ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِي عَوْفٍ،

30) وَإِنَّ لِيَهُودِ بَنِي الْأَوْسِ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِي عَوْفٍ،

31) وَإِنَّ لِيَهُودِ بَنِي ثَعْلَبَةَ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِي عَوْفٍ، إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَأَثِمَ، فَإِنَّهُ لَا يُوتِغُ إِلَّا نَفْسَهُ وَأَهْلَ بَيْتِهِ،

32) وَإِنَّ جَفْنَةَ بَطْنٌ مِنْ ثَعْلَبَةَ كَأَنْفُسِهِمْ،

33) وَإِنَّ لِبَنِي الشَّطِيبَةِ مِثْلَ مَا لِيَهُودِ بَنِي عَوْفٍ، وَإِنَّ الْبِرَّ دُونَ الْإِثْمِ،

34) وَإِنَّ مَوَالِيَ ثَعْلَبَةَ كَأَنْفُسِهِمْ،

35) وَإِنَّ بِطَانَةَ يَهُودَ كَأَنْفُسِهِمْ،

36-الف) وَإِنَّهُ لَا يَخْرُجُ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا بِإِذْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

36-ب) وَإِنَّهُ لَا يُنْحَجَزُ عَلَى ثَأْرٍ جُرْحٌ، وَإِنَّهُ مَنْ فَتَكَ فَبِنَفْسِهِ فَتَكَ، وَأَهْلِ بَيْتِهِ، إِلَّا مِنْ ظَلَمَ، وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى أَبَرِّ هَذَا،

37-الف) وَإِنَّ عَلَى الْيَهُودِ نَفَقَتَهُمْ وَعَلَى الْمُسْلِمِينَ نَفَقَتَهُمْ،

37-ب) وَإِنَّ بَيْنَهُمْ النَّصْرَ عَلَى مَنْ حَارَبَ أَهْلَ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ، وَإِنَّ بَيْنَهُمْ النُّصْحَ وَالنَّصِيحَةَ، وَالْبِرَّ دُونَ الْإِثْمِ،

38) وَإِنَّ الْيَهُودَ يُنْفِقُونَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ مَا دَامُوا مُحَارَبِينَ،

39) وَإِنَّ يَثْرِبَ حَرَامٌ جَوْفُهَا لِأَهْلِ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ،

40) وَإِنَّ الْجَارَ كَالنَّفْسِ غَيْرَ مُضَارٍّ وَلَا آثِمٌ،

41) وَإِنَّهُ لَا تُجَارُ حُرْمَةٌ إِلَّا بِإِذْنِ أَهْلِهَا،

42) وَإِنَّهُ مَا كَانَ بَيْنَ أَهْلِ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ مِنْ حَدَثٍ أَوْ اشْتِجَارٍ يُخَافُ فَسَادُهُ، فَإِنَّ مَرَدَّهُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى أَتْقَى مَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ وَأَبَرِّهِ،

43) وَإِنَّهُ لَا تُجَارُ قُرَيْشٌ وَلَا مَنْ نَصَرَهَا،

44) وَإِنَّ بَيْنَهُمْ النَّصْرَ عَلَى مَنْ دَهَمَ يَثْرِبَ،

45-الف) وَإِذَا دُعُوا إِلَى صُلْحٍ يُصَالِحُونَهُ وَيَلْبَسُونَهُ، فَإِنَّهُمْ يُصَالِحُونَهُ وَيَلْبَسُونَهُ، وَإِنَّهُمْ إِذَا دُعُوا إِلَى مِثْلِ ذَلِكَ فَإِنَّهُ لَهُمْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، إِلَّا مَنْ حَارَبَ فِي الدِّينِ،

45-ب) عَلَى كُلِّ أُنَاسٍ حِصَّتُهُمْ مِنْ جَانِبِهِمْ الَّذِي قِبَلَهُمْ،

46) وَإِنَّ يَهُودَ الْأَوْسِ، مَوَالِيَهُمْ وَأَنْفُسَهُمْ، عَلَى مِثْلِ مَا لِأَهْلِ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ. مَعَ الْبِرِّ الْمَحْضِ؟ مِنْ أَهْلِ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ. قَالَ ابْنُ هِشَامٍ: وَيُقَالُ: مَعَ الْبِرِّ الْمُحْسِنُ مِنْ أَهْلِ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ. قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: وَإِنَّ الْبِرَّ دُونَ الْإِثْمِ، لَا يَكْسِبُ كَاسِبٌ إِلَّا عَلَى نَفْسِهِ، وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى أَصْدَقِ مَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ وَأَبَرِّهِ،

47) وَإِنَّهُ لَا يَحُولُ هَذَا الْكِتَابُ دُونَ ظَالِمٍ وَآثِمٍ، وَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ آمِنٌ، وَمَنْ قَعَدَ آمِنٌ بِالْمَدِينَةِ، إِلَّا مَنْ ظَلَمَ أَوْ أَثِمَ، وَإِنَّ اللَّهَ جَارٌ لِمَنْ بَرَّ وَاتَّقَى، وَمُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور

میثاقِ مدینہ ایک نہایت اہم دستاویز ہے اور ڈاکٹر حمید اللہ نے بالکل بجا طور پر اسے دنیا کا پہلا تحریری دستور قرار دیا ہے۔ اہلِ یورپ نے اور خود ڈاکٹر حمید اللہؒ نے بھی اس معاہدے کی تمام دفعات کو مضمون اور مفہوم کے اعتبار سے الگ الگ درج کیا ہے۔ مختلف المذاہب قبائل اور گروہوں کو ایک نظام کے تحت انسانیت کی بہترین خدمت کے لیے متحد کر دینے کی یہ ایک ایسی دستاویز ہے جس کی کوئی دوسری مثال موجود نہیں ہے۔ ہر گروہ کے تمام جائز حقوق کی حفاظت اور ضمانت کے ساتھ سب کو اجتماعی امن اور ترقی پر لگانے کا دوسرا کوئی نقشہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ آج بھی اقوامِ عالم ایسے ہی نظام کے تحت متحد ہو کر عالمی امن کے خواب شرمندۂ تعبیر کر سکتی ہیں اور اس کے لیے بہترین کوششیں کر سکتی ہیں۔